پرانی قدروں کا شاعر: ہمت سنگھ سنہا ناظم

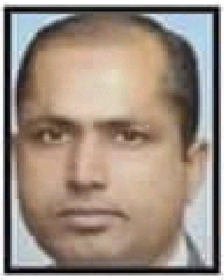

محمد مستمر ہریانہ

چلئے! ہم آپ کو اس شخصیت سے متعارف کراتے ہیں جو کیم دسمبر کو 90 سال کی ہو کر 91 سال میں داخل ہو چکی ہے یعنی ہمت سنگھ سنہا ناظم کیم دسمبر 1938 کو قصبہ حسن پور ضلع امروہہ اتر پردیش میں کایستھ برہمن خاندان میں پیدا ہوئے۔ اس اعتبار سے ان کا مولود اور مالوف وطن وہ ہے جسے ایک دبستان کی حیثیت حاصل ہے۔ اسی خاک سے اردو زبان کا عظیم شاعر غلام ہمدانی مصحفی پیدا ہوا۔ ضلع امروہہ کا ادبی، سماجی اور سیاسی اعتبار سے اپنا ایک الگ مقام ہے۔ جس زمانے میں ہمت سنگھ سنہا ناظم پیدا ہوئے وہ دور اردو فارسی کا دور تھا۔ ناظم صاحب ایسے فرد ہیں جن کی مادری زبان اردو ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ابھی بھی کایستھ برہمنوں کی مادری زبان اردو ہے اور ابھی بھی امروہہ کے کایستھوں میں رخصتی اردو میں پڑھی جاتی ہے۔ ہنومان چالیسا اور دوسرے چالیسے بھی اردو زبان میں پڑھے جاتے ہیں۔ ناظم صاحب تقریباً نصف صدی سے زیادہ ہریانہ کے کوروکشیتر ضلع میں سکونت پذیر ہیں۔ آپ کوروکشیتر یونیورسٹی میں 1963 سے لے کر 1986 تک فلسفے کے پروفیسر رہے۔ اس وقت بھارتی سنسکرتی شکسا سنستھان میں ریسرچ ڈائریکٹر کے عہدے پر فائز ہیں۔ ناظم صاحب اردو کے رچاؤ اور ادبی ماحول کے تعلق سے اپنے شعری مجموعے 'نقشِ جمیل' میں یوں رقمطراز ہیں:

> ''اردو ادب سے رغبت تو خاندانی تھی ہی مگر میرے بڑے بھائی محترم جناب مکٹ نارائن سنہا صاحب جو اردو میں ادیب فاضل تھے اور سرکارِ ہند کی وزارتِ تعلیم میں ڈپٹی سیکرٹری کے عہدے پر فائز تھے۔ ان کی صلاح میں، میں نے بی اے میں اردو فارسی مضامین لے لئے۔ نئی دہلی میں بہت بڑا اور مشہور

ماہنامہ
اُردو دُنیا
Monthly URDU DUNIYA, New Delhi

قومی اردو کونسل کا بین الاقوامی جریدہ

جلد: 23، شمارہ: 03، مارچ 2021

مدیر : ڈاکٹر شیخ عقیل احمد
مشیر : حقانی القاسمی
معاونین: عبدالرشید اعظمی، یوسف رامپوری، نایاب حسن

ناشر اور طابع

ڈائرکٹر قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
وزارت تعلیم، محکمہ اعلیٰ تعلیم، حکومت ہند

مطبع:

ایس نارائن اینڈ سنز، بی-88، اوکھلا انڈسٹریل ایریا
فیز-II، نئی دہلی-110020

مقام اشاعت: دفتر قومی اردو کونسل

کمپوزنگ: محمد اکرام
ڈیزائننگ: محمد زبیر

قیمت: -/15 روپے   سالانہ: -/150 روپے

Total Pages:100

- اس شمارے کے مضامین کی آرا سے قومی اردو کونسل NCPUL یا اس کے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں
- ڈرافٹ NCPUL,New Delhi کے نام ارسال کریں

صدر دفتر

فروغ اردو بھون، ایف سی 33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا، جسولہ، نئی دہلی-110025
فون: 49539000 شعبہ ادارت: 49539009

ویب سائٹ

http://www.urducouncil.nic.in
E-mail: editor@ncpul.in
urduduniyancpul@yahoo.co.in

شعبہ فروخت

ویسٹ بلاک-8، ونگ-7، آر کے پورم، نئی دہلی-110066
فون: 26109746، فیکس: 26108159
ای میل: sales@ncpul.in, ncpulsaleunit@gmail.com
شاخ: 22-7-110، محلہ اتحاد، سالار جنگ کمپلکس
بلاک نمبر 5-1، پتھر گٹی، حیدرآباد-500002
فون: 040-24415194

اداریہ
ہماری بات — 4

خطوط
آپ کی بات — قارئین کے خطوط — 5

نقد و نگاہ
امیر خسرو کی مثنوی ’مطلع الانوار‘ — عبدالحق — 9

بچوں کا ادب گنگول کے حوالے سے — ذکیہ مشہدی — 11
ڈاکٹر معین الحق: بہ حیثیت مترجم تاریخ فیروز شاہی — علیم اشرف خان — 13
اسماعیل میرٹھی کی مثنوی پن چکی کا جائزہ — محمد منتظر — 16
مجروح سلطانپوری کا ابتدائی ادبی سفر — امین احسن — 18

جموں و کشمیر کی پہلی غزل گو شاعرہ — محمد یاسین گنائی — 21

صدی شخصیت
ساحر کی ساحرانہ شاعری — قیوم بدر — 25

ذکر حنیف کیفی
حنیف کیفی — کوثر مظہری — 27
حنیف کی شاعری میں دردِ انسانیت — اظہر ابرار — 30
حنیف کیفی: کوائف و کیفیات — محمد اکرام — 32

جائزہ
2020 کا فکشن اور فکشن تنقید — اسلم جمشید پوری — 36

زبان و تعلیم
بچوں میں تحصیل زبان سے متعلق نفسیاتی نظریات — آفاق ندیم خان — 40

خراج عقیدت
مختار شمیم — رؤف خیر — 43
زبیر الحسن غافل — عبدالحق — 46

ماہ و انجم
کوثر چاندپوری کی افسانہ نگاری — شاداب تبسم — 48
ہرچرن چاولہ بہ حیثیت افسانہ نگار — تسنیم فاطمہ — 51
خواجہ حسن ثانی نظامی کی انفرادیت — زاہد احسن — 54

نگر نگر اردو
شہر آگرہ کا ادبی تعارف — محمود قریشی — 56

خصوصی گفتگو
سیفی سرونجی سے انٹرویو — استوتی اگروال — 60

کتاب دریچہ
جن کتابوں نے مجھے متاثر کیا — زیب النسا — 64

نیا آسماں نئے ستارے
اردو کتب و رسائل و جرائد کی اشاریہ سازی — محمد غازی فہیم الدین — 66

یادیں باتیں
سفرِ بے منزل: حسن بشیر مرحوم — سید صفدر — 68

طب اور ادب
درد دل — اشرف آثاری — 71

فلم
مجروح سلطانپوری اور فلمی نغمے — سریتا چوہان — 73

کمپیوٹر
ورک شیٹ کو سجانا — 75

کتابوں کی دنیا

تعارف و تبصرہ — ادارہ — 77

خبرنامہ
اردو دنیا کی خبریں — ادارہ — 85

اسماعیل میرٹھی کی مثنوی
پن چکی کا جائزہ

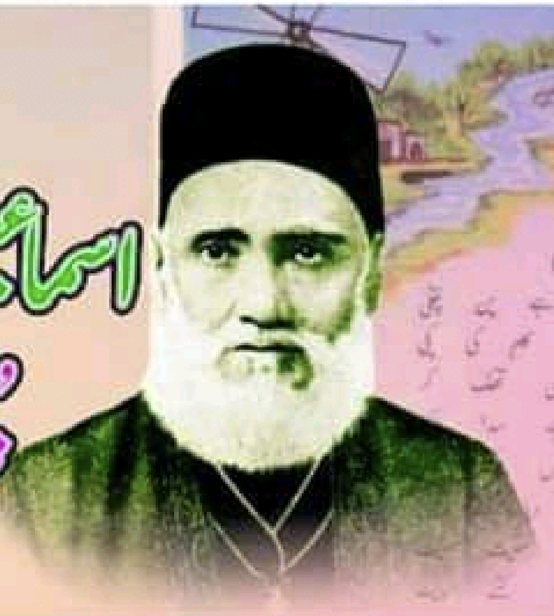

محمد معتصم

اسماعیل میرٹھی فقط اپنے عہد کے ہی بڑے شاعر نہیں تھے بلکہ وہ ہر دور کے بڑے شاعر رہیں گے۔ انھوں نے جہاں بچوں کے لیے لکھا وہیں بڑوں کے لیے بھی ادب تخلیق کیا۔ یہ الگ بات ہے کہ ان کی شہرت و مقبولیت بطور ادب اطفال مسلم و مستحکم ہے۔ ابتدا میں انھوں نے غزلیں کہیں لیکن بعد ازاں وہ منشی ذکاء اللہ اور محمد حسین آزاد سے وابستگی کے سبب مکمل طور پر نظموں کی طرف متوجہ ہوگئے اور جلد ہی پوری اردو دنیا میں ان کی نظموں کا ڈنکا بجنے لگا۔ لہٰذا ان کی شناخت بطور ادب اطفال افق ادب پر نقش ہوگئی۔

انھوں نے طبع زاد نظمیں بھی سپرد قلم کیں اور انگریزی نظموں کا بھی ترجمہ کیا لیکن ان کے ترجموں پر بھی اصل کا گماں ہوتا ہے۔ ترجمہ شدہ نظموں میں بھی وہی تاثیر و توانائی، نفسیاتی پہلو، بچوں کی زندگی سے متعلق لوازمات نیز شگفتگی و شائستگی، سنجیدگی و متانت اور تخلیقی رویے موجود ہوتے ہیں جو ایک طبع زاد تخلیق میں نہاں و نمایاں ہوتے ہیں۔ اسماعیل میرٹھی نے بے شمار نظمیں بچوں کے لیے لکھی ہیں جو مقبولیت و بلندی اور سروری و سرتاجی ادب اطفال کے حوالے سے ان کو حاصل ہے شاید ہی وہ کسی شاعر کے حصے میں آئے ہوں۔ ہماری گائے، اسلم کی بلی، تاروں بھری رات، پن چکی، برسات کی بہاریں، ایک جگنو اور بچہ، چھوٹی چیونٹی، ایک گھوڑا اور سایہ، برسات، نصیحت، بارش کا پہلا قطرہ، رات، کچھوا اور خرگوش، سچ کہو، گرمی کا موسم، ہوا اور سورج کا مقابلہ، دال کی فریاد، چھوٹے کام کا بڑا نتیجہ، ایک پودا اور گھاس، قوس قزح، شمع کی انگوٹھی، تھوڑا تھوڑا مل کر بہت ہوجاتا ہے، اونٹ، شفق وغیرہ ایسی نظمیں ہیں جو بچوں کی نفسیات پر رقم کی گئی ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر نظمیں مثنوی کی ہیئت میں لکھی گئی ہیں۔ جنھیں بچے آسانی سے سمجھ سکیں کیونکہ موصوف اپنی نظموں میں اسی معیار کی زبان استعمال کرتے ہیں جس سے بچوں کے ذہن تک ٹھیک ترسیل و ابلاغ ہو سکے۔ یعنی وہ اپنی نظموں میں عام فہم اور با محاورہ زبان کا استعمال کرتے ہیں کیونکہ با محاورہ زبان بچوں کے ذہنوں پر اثر چھوڑنے کی صلاحیت زیادہ رکھتی ہے۔ ان کی نظموں کے مصرعے اور شعر آج بھی اسی طرح مناسب، موزوں اور چست و درست ہیں جیسے کہ وہ اپنے زمانے میں تھے۔

اگرچہ آج بہت سے تہذیبی و ثقافتی اور سیاسی و سماجی بلکہ سائنسی و تکنیکی اور صنعتی و حرفتی بدلاؤ آچکے ہیں تاہم اسماعیل میرٹھی کی نظموں کی اہمیت و افادیت اسی طرح مسلم و مستحکم ہے۔ اسماعیل میرٹھی اپنی نظموں میں ایک ماہر نفسیات اطفال کے طور پر نمودار ہوتے ہیں۔ جس کا اساسی پہلو یہ ہے کہ وہ چھوٹی چھوٹی چیزوں، مرئی اشیا، قدرتی مناظر اور عام سے موضوع میں بھی نصیحت آمیز، سبق آموز اور دلچسپی سے پر باتیں بیان کر جاتے ہیں جن کے ذریعے بچوں کی اصلاح کرنا، ایک اچھی اولاد بنانا اور ایک اچھا شہری بنانا ہوتا ہے۔

آج ہم اکیسویں صدی میں جی رہے ہیں۔ ہماری روزمرہ کی زندگی سائنسی اشیا، تکنیکی کل پرزوں، انٹرنیٹ اور کمپیوٹر سے ہم آہنگ و منسلک ہے۔ گذشتہ ڈیڑھ سو سالہ عرصے میں بے شمار چیزیں، الفاظ، اصطلاحات اور تراکیب متروک ہو چکی ہیں۔ اب وہ ہمارے ماضی کا حصہ اور سرمایہ ہیں۔ ہماری نئی نسل نہ ان سے واقف ہے بلکہ ان کی شکل و صورت سے بھی بے نیاز ہے۔ 'پن چکی' اکیسویں صدی کی نسل اور بچوں کے لیے ایسی ہی غیر مانوس چیز اور غیر ضروری سا لفظ ہے۔ لیکن ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم نئی نسل کو ان غیر مانوس و متروک اشیا کے بارے میں بتائیں جو بھی انسانی زندگی کا حصہ ہوا کرتی تھیں۔ جیسا کہ میں نے سبق عرض کیا ہے کہ اسماعیل میرٹھی چھوٹی چیزوں اور عام سے موضوع میں بھی سبق آموز اور دلچسپی سے پر باتیں بیان کر جاتے ہیں جن میں ساتھ ساتھ مقصدیت بھی ہوتی ہے۔ 'پن چکی' بھی ایسا ہی موضوع ہے۔

سب سے پہلے تو ہمارے بچوں کے لیے یہ جاننا لازم ہے کہ آخر 'پن چکی' کیا ہے؟ 'پن چکی' دو لفظوں کا مرکب ہے۔ پن اور چکی یعنی پانی کی چکی یا پانی سے چلنے والی چکی۔ اس کا حساب بالکل ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ آج کے دور میں ٹربائن (Turbine) تکنیک سے بجلی بنائی جاتی ہے۔ یہ بغیر تیل کے چلتی تھی اور اس سے آٹا پیسا جاتا تھا۔ یہ تکنیک وہیں کامیاب تھی جہاں پر نہریں ہوا کرتی تھیں۔ آج بھی دوآبہ کے کچھ علاقوں میں 'پن چکی' کو چلتے ہوئے دیکھا جا سکتا ہے۔ نہال مسوری نزد داسنا ضلع غازی آباد، بھولا کی جھال ضلع میرٹھ، ماکڑی نزد سیانہ ضلع بلند شہر میں ابھی بھی اس سائنسی و تکنیکی دور میں پن چکی رائج ہے۔ اسماعیل میرٹھی نے نظم 'پن چکی' کے حوالے سے بچوں کو بہت کچھ بتانے کی کوشش کی ہے۔ 'پن چکی' ایک استعارہ ہے، مسلسل کام میں لگے رہنے کا۔ کیونکہ مسلسل کام میں لگے رہنے سے ہی انسان ترقی کے زینے سر کرتا ہے۔ سماج میں اپنا مقام و مرتبہ بناتا ہے نیز اپنی ایک امیج قائم کرتا ہے۔ 'پن چکی' ایک تمثیل (Analogy) ہے، ایک علامت (Symbol) ہے۔ ایسی تمثیل و علامت جو اصول و استحکام و تسلسل (Law, Strength, Continuity) کا مرکب و مجموعہ ہے۔ 'پن چکی' کا اطلاق اُن محرکات و لوازمات سے ہے جہاں بچے کی تعمیر و تشکیل ہوتی ہے۔ موصوف کا مقصد 'پن چکی' کے تعلق سے معلومات فراہم کرانا نہیں بلکہ وہ 'پن چکی' کے ذریعہ اصل میں بچوں کو زندگی کی معنویت و اہمیت بتانا چاہتے ہیں۔ نیز 'پن چکی' انسانی زندگی سے متعلق خارجی تحریک کا وہ استعارہ اور تمثیل ہے جہاں سے بچے کے اندرونی نظام اور داخلی خلیوں میں ذاتی تحریک کا آغاز ہوتا ہے۔ جیسے

حفیظ کی شخصیت ان کی شاعری کے حوالے سے	سید مصباح الدین احمد	115
حفیظ میرٹھی کی نعت گوئی	انورالحسن ارسطو	118
حفیظ میرٹھی کا شعری انفراد	ڈاکٹر یونس غازی	121
حفیظ میرٹھی کی نعتیہ شاعری	ڈاکٹر ہما مسعود	129
انسانی قدروں کا امین: حفیظ میرٹھی	ڈاکٹر فرحت خاتون	136
'جتنی شمعیں تھیں' ایک تاثر	ڈاکٹر آصف علی	140
غزل کا مزاج داں: حفیظ میرٹھی	ڈاکٹر شاداب علیم	145
بلند فکر وفن کا خوددار شاعر: حفیظ میرٹھی	ڈاکٹر ارشاد سیانوی	153
سچائی کا بے باک ترجمان: حفیظ میرٹھی	انیس میرٹھی	161
آبروئے میرٹھ: حفیظ میرٹھی	ڈاکٹر ابراہیم افسر	164
عزم، استقلال کا شاعر: حفیظ میرٹھی	ڈاکٹر محمد مستمر	172
حفیظ میرٹھی آثار وافکار	ڈاکٹر خالد ظہیر	177
فکر واحساس کا شاعر: حفیظ میرٹھی	ڈاکٹر فرقان احمد سردھنوی	182

منظوم خراج عقیدت

حفیظ میرٹھی ایک مجاہد	نایاب زہرہ زیدی	187
شانِ میرٹھ حفیظ میرٹھی	ڈاکٹر یونس غازی	188
حفیظ میرٹھی میری نظر میں	نذیر میرٹھی	188
منتخب کلام حفیظ میرٹھی		190
تبصرے	ڈاکٹر شاداب علیم، ڈاکٹر ارشاد سیانوی	204
شعبۂ اردو کی ادبی وثقافتی سرگرمیاں		210
شعبۂ اردو کی کامیابی کے اٹھارہ سال		233
شعبۂ اردو میں آنے والے مہمانوں کے تاثرات		237
ربط باہم		240
اشتہارات		242
ہندی سیکشن		1-36

• • •

ڈاکٹر محمد مستمر

عزم واستقلال کا شاعر: حفیظ میرٹھی

حفیظ میرٹھی (1922-2000) اردو ادب کی ایک جانی پہچانی آواز، منفرد آہنگ، البیلے رنگ اور جدا اسلوب کا نام ہے۔ نیز یہی رنگ و آہنگ اور آواز و اسلوب کا ملا جلا امتزاج انہیں اپنے ہم عصروں میں الگ شناخت عطا کرتا ہے۔ حفیظ صاحب نے جس دور میں آنکھیں کھولیں وہ دور ترقی پسند کے عروج و ارتقا کا زمانہ تھا۔ حفیظ میرٹھی نہ کسی ازم سے متاثر ہوئے اور نہ کسی ادبی تحریک سے وابستہ۔ البتہ وہ جماعتِ اسلامی ہند کے ایک سرگرم رکن رہے۔ نہ وہ اشتراکیت میں بہے اور نہ دہریے بنے۔ نہ انہوں نے میخانوں کے چکر لگائے اور نہ شباب کی آغوش میں پناہ لی۔ ان کا کردار آبِ زلال کی طرح پاک وصاف ہے اور ان کا اخلاق بلندی پر فائز ہے۔ کردار واخلاق کے اعتبار سے مَیں تو انہیں ''حالیِ ثانی'' کہنا زیادہ بہتر سمجھوں گا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شعری جہتوں میں حسنِ اخلاق اور کردار کی شعاعیں نکلتی نظر آتی ہیں۔ ان کی شعری جہتیں در حقیقت ان کی شخصیت و کردار اور عادت واطوار کی آئینہ دار ہیں۔ نیز جب تخلیق فن کار کی ذاتی زندگی اور شخصی پہلوؤں کی غمازی کرنے لگے تو وہیں سے تحلیلِ نفسی کا سفر شروع ہو جاتا ہے۔ کیوں کہ ہر تخلیق میں فن کار کی ذات اُس میں مخلل رہتی ہے اور وہیں سے فن پارہ اپنے ارتقائی منازل کے نشیب و فراز طے کرتا ہے۔ یہ بات صرف حفیظ میرٹھی پر ہی نافذ نہیں ہوتی بلکہ ہر فنکار پر یہ فتویٰ صادر ہوتا ہے کیونکہ ہر فنکار اپنے عہد کا مؤرخ بھی ہوتا ہے اور چشم دید گواہ بھی۔ یہ دیگر بات ہے کہ فنکار اپنے زاویے، نقطۂ نگاہ اور نکتہ دانی سے سوچتا ہے لیکن اس کی نکتہ دانی حقیقت سے بعید نہیں ہوتی۔ حفیظ میرٹھی بھی اپنی حقیقی دنیا، اطراف واکناف اور گردو نواح سے بعید نہیں ہیں۔ انہوں نے بھی اپنے قوتِ مشاہدہ فہم و فراست اور توجہ، احساس وادراک کے مثلث زاویہ اور ابعادِ ثلاثہ سے کائناتِ غزل خلق کی۔ یہ الگ بات ہے کہ انھوں نے نظمیں بھی تخلیق کیں لیکن بنیادی طور پر مَیں انہیں غزل کا ہی شاعر مانتا ہوں۔

وہ غزل کہتے ہیں اور بھر پور غزل کہتے ہیں۔ غزل میں ان کا اپنا رنگ ہے، اپنا زاویہ اور فکر ہے کیونکہ وہ اپنے طور پر سوچنے کے عادی تھے۔ اور جب فنکار اپنے طور پر غور وفکر کرتا ہے۔ تو پھر اس کا فنی التزام بھی اپنا ہوگا، تراکیب بھی اپنی ہوں گی۔ یہاں تک کہ علامتیں، استعارے، کنایے اور تمثیلات واصطلاحات بھی اپنی وضع قطع کی ہوں گی۔ حفیظ میرٹھی کا معاملہ بھی وہی ہے۔ موصوف کی سوچ کا دائرۂ عمل نہ دہریت کا پرستار ہے، نہ شراب وشباب کا شیدائی۔ وہ مشرقی قدروں کا امین و پاسدار ہے۔ نہ وہ قنوطی ہے بلکہ وہ رجائی ہے۔ اور یہی رجائیت حفیظ میرٹھی کو کبھی کبھی انقلاب کے قریب لے آتی ہے۔ ان کے لہجہ میں